Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 02, **Issue** 02, July-December 2023, **PP**: 33-45
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

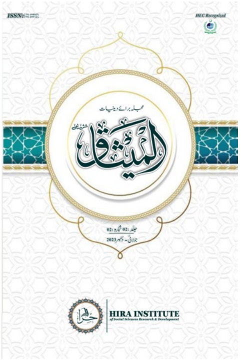

فقہِ اسلامی کی تشکیلِ جدید کے ضمن میں ڈاکٹر وہبہ الزحیلی کے افکار

(الفقہ الاسلامی و ادلتہ کا اختصاصی مطالعہ)

Dr. Wahbah Al-Zuḥaylī's Thoughts on Reconstruction of Islamic Jurisprudence (A Specific Study of Al-Fiqh Al-Islāmī wa Adilatuhu)

1. Dr Mubashar Ahmad mubashar.ahmad63@gmail.com	*Lecturer, Government Associate College, Pindi Bhattian Hafizabad*
2. Dr Muhammad Abid Nadeem muhammadabid36@hotmail.com	*Associate Professor, Department of Arabic and Islamic Studies, Government College University, Lahore.*

How to Cite:	Dr Mubashar Ahmad, Dr Muhammad Abid Nadeem. 2023: "Dr. Wahbah Al-Zuḥaylī's Thoughts on Reconstruction of Islamic Jurisprudence (A Specific Study of Al-Fiqh Al-Islāmī wa Adilatuhu)". *Al-Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 2 (02):33-45.
Article History:	**Received**: 05-09-2023 / **Accepted**: 13-10-2023 / **Published**: 29-10-2023
Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	CC BY — This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest

Abstract & Indexing

DRJI · ADVANCED SCIENCES INDEX · ADVANCED SCIENCE INDEX · CiteFactor Academic Scientific Journals · ASIAN Research Index · SCI · Google Scholar · اشاریہ اردو جرائد · تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ · ADL ASIAN DIGITAL LIBRARY · EuroPub

Publisher

HIRA INSTITUTE of Social Sciences Research & Development

فقہِ اسلامی کی تشکیلِ جدید کے ضمن میں ڈاکٹر وہبہ الزحیلی کے افکار

(الفقه الاسلامی و ادلته کا اختصاصی مطالعہ)

Dr. Wahbah Al-Zuḥaylī's Thoughts on Reconstruction of Islamic Jurisprudence (A Specific Study of Al-Fiqh Al-Islāmī wa Adilatuhū)

1. **Dr Mubashar Ahmad**
   Lecturer, Government Associate College, Pindi Bhattian Hafizabad.
   mubashar.ahmad63@gmail.com

2. **Dr Muhammad Abid Nadeem**
   Associate Professor, Department of Arabic and Islamic Studies,
   Government College University Lahore.
   muhammadabid36@hotmail.com

Abstract:

Islamic jurisprudence provides guidance to Muslims in every sphere of daily life. This legal system has evolved from primary level to the developed form since the time of beginning i.e., Prophetic era. During the lifetime of Prophetﷺ, he was the absolute legal authority, however the *Ḥadīth* of *Mu`adh Ibn Jabal* declares that *Ijtihād* was also permissible. This source of Islamic jurisprudence (*Ijtihād*) has perpetuated the principle of movement in Islamic legal system and has made it workable with the present modern world. In recent years, many jurists and thinkers have voiced the reconstruction of Islamic jurisprudence according to the needs of contemporary issues. Different ideas have been put forwarded by different scholars about this process of reconstruction. Some of them term it as complete legislation according to *Qur᾽ān* and *Sunnah*, the others render it as new formation of Fiqh literature. *Dr. Wahbah Al-Zuḥaylī*, a prominent Syrian scholar and jurist is renowned for his thoughts on the reframing of Islamic jurisprudence. *Dr. Wahbah Al-Zuḥaylī* has a long list of academic works on his credit but his most famous book on comparative Islamic jurisprudence is Al-Fiqh Al-Islāmī wa Adalituhū. In this monument work, Dr. Wahbah Al-Zuḥaylī has suggested many new ideas to reframe the Islamic jurisprudence according to the needs of the hour. His core thought about this process is "to compile a cosmopolitan Fiqh from the collective Fiqh literature of all jurists". An attempt has been made in this article to highlight the thoughts of *Dr. Wahbah Al-Zuḥaylī* on the reconstruction of Islamic jurisprudence.

Keywords: *Fiqh, Ijtihād, Jurists, Jurisprudence, Reconstruction.*

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی: حیات وخدمات

ڈاکٹر وہبۃ مصطفی الزحیلی "دیر عطیہ" شمالی دمشق میں 1932ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق ایک مذہبی گھرانے سے تھا اور والد کسان پیشہ تھے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں سے ہی حاصل کی پھر جامعہ دمشق میں کلیۃ الشرعیۃ سے علوم شریعہ میں چھ سال کا ثانویہ کا نصاب پڑھا۔ یہاں سے 1952ء میں ممتاز درجے میں فارغ التحصیل ہوئے۔ اس کے بعد جامعۃ الازہر چلے گئے جہاں سے 1956ء میں کلیۃ الشرعیۃ سے درجہ عالیہ کی سند حاصل کی۔ اس کے ساتھ ساتھ کلیۃ اللغۃ العربیۃ سے تخصص فی التدریس کیا۔ دوران طالبعلمی آپ کا

یہ خاصہ رہا کہ تمام درجات اعلیٰ و امتیازی حیثیت سے پاس کیے۔ آپ نے 1957ء میں لاء فیکلٹی عین شمس یونیورسٹی قاہرہ سے LLB کا امتحان پاس کیا۔ 1959ء میں قاہرہ یونیورسٹی کی لاء فیکلٹی سے قانون میں ماسٹر کی سند حاصل کی۔ 1963ء میں آپ نے "آثارالحرب فی الاسلام :مقارنۃبین المذاھب الثمانیۃوالقانون الدولی" کے عنوان پر مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ آپ آٹھ اگست 2015ء بروز ہفتہ دمشق میں بعمر تراسی (83) سال اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔[1]

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی کی تدریسی خدمات کی بات کی جائے تو آپ نے بے شمار جامعات میں بطور سربراہ اور معلم خدمات انجام دیں جن میں جامعہ دمشق، بن غازی یونیورسٹی لیبیا، الامارات یونیورسٹی متحدہ عرب امارات، خرطوم یونیورسٹی، اسلامک یونیورسٹی ریاض اور سوڈان یونیورسٹی شامل ہیں۔ ان جامعات کے علاوہ آپ نے بے شمار ممالک میں تدریسی خطبات و تربیتی دروس دیے جن کی طویل فہرست ہے۔ وہبۃ الزحیلی کی تصنیفی خدمات بھی ان کے علمی توسع کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان تصانیف سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ علومِ اسلامیہ و غربیہ کے مختلف میادین کے شہسوار ہیں۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل کی تحقیق کے مطابق مختلف موضوعات پر آپ کی تصانیف، مقالات اور ابحاث کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہے۔[2] آپ کی تصانیف کی گروہی تقسیم کی جائے تو تین علمی میدان ایسے ہیں جن سے آپ کو خاص شغف رہا ہے:

- تفسیرِ قرآن
- اصولِ فقہ
- فقہِ اسلامی

تفسیرِ قرآن کے حوالے سے آپ کا امتیاز ہے کہ آپ نے قارئین کی ذہنی استعداد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قرآن پاک کی دو تفاسیر لکھی ہیں۔ پہلی تفسیر کا نام "التفسیرالمنیرفی العقیدۃوالشریعۃوالمنہج" ہے جو قرآن پاک کی ایک مفصل تفسیر ہے۔ اس تفسیر کی قبولیتِ عامہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس تفسیر کو مختلف جامعات میں شامل نصاب کیا گیا ہے۔ مذکورہ تفسیر چونکہ مفصل ابحاث پر مشتمل تھی لہذا آپ نے مبتدئین کے لیے قرآن پاک کی ایک مختصر تفسیر "التفسیر الوسیط" کے نام سے بھی لکھی ہے جو کہ تین جلدوں پر مشتمل ہے۔

اصولِ فقہ کے حوالے سے آپ کا علمی کارنامہ جو مختلف جامعات میں بطور نصاب پڑھایا جاتا ہے، "اصول الفقه الاسلامی" کے نام سے موجود ہے۔ اس کتاب میں وہبۃ الزحیلی نے نہ صرف یہ کہ اپنے سے پہلے موجود علمائے اصولیین کی آراء کو آسان فہم بنا کر پیش کیا ہے بلکہ امتدادِ زمانہ کے ساتھ پیدا ہونے والی نئی اصولی ابحاث کا بھی احاطہ کیا ہے۔ اصول فقہ میں آپ کی ایک دوسری تصنیف "الوجیز فی اصول الفقه" کے نام سے بھی موجود ہے۔

فقہِ اسلامی کے حوالے سے وہبۃ الزحیلی کی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو آپ کا وہ علمی کارنامہ جو کہ عصر حاضر میں فقہ المقارن یا تقابلی فقہ کے باب میں زبان زدِ عام ہے، آپ کی مشہور زمانہ تصنیف "الفقه الاسلامی و ادلته" ہے۔ مقالہ ہذا میں اسی کتاب کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ فقہ اسلامی کے حوالے سے آپ کی ایک دوسری مشہور تصنیف "الفقه الاسلامی فی ثوبه الجدید" کے نام سے بھی موجود ہے۔ ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی نے تصنیفی خدمات کے علاوہ مختلف ممالک میں قائم فقہی اکیڈمیوں اور اسلامک سینٹرز میں بھی فقہی خدمات سرانجام دی ہیں جن میں "مجمع الفقه الاسلامی" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

الفقه الاسلامی و ادلته: تعارف وخصائص

مقالہ ہذا میں وہبۃ الزحیلی کے افکار کا جائزہ لینے کے لیے آپ کی مشہور کتاب "الفقه الاسلامی وادلته" کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ آپ کی مذکورہ کتاب دس جلدوں پر مشتمل فقہِ اسلامی کا وہ عظیم ذخیرہ ہے جسے "الموسوعة الفقهية الكويتيه" کے بعد فقہِ مقارن کے باب میں دوسرا بڑا ذخیرہ گردانا جاتا ہے۔ مذکورہ کتاب اصلاً عربی زبان میں ہے لیکن اس کی افادیت کے پیش نظر مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ کیا جا چکا ہے۔ اردو زبان میں اس کا ترجمہ خلیل اشرف عثمانی کے اہتمام سے دارالاشاعت کراچی سے گیارہ جلدوں میں طبع ہو چکا ہے۔

مذکورہ کتاب کے خصائص کی بات کی جائے تو اس کا سب سے نمایاں وصف اس کا عصرِ حاضر میں تقابلی فقہ کی ابحاث کا جامع ہونا ہے۔ اس جامعیت کی دلیل یہ ہے کہ وہبۃ الزحیلی نے نہ صرف یہ کہ مسائلِ شرعیہ کے لحاظ سے مروجہ فقہی مذاہب کو بیان کیا ہے بلکہ وہ مذاہب جو وقت کے ساتھ معدوم ہو چکے جیسے فقہِ ظاہری، فقہ ثوری وغیرہ تو ان کو بھی ضرورت پڑنے پر بحث کا حصہ بنایا ہے۔ مزید یہ کہ فقہاء کے دلائل ذکر کرنے کے ساتھ تخریج احادیث کا اہتمام کرتے ہوئے راجح رائے کو بیان کیا اور غیر راجح رائے میں موجود سقم کو واضح کیا ہے۔ ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی نے مسائلِ شرعیہ بیان کرتے ہوئے دورِ جدید میں مختلف ممالک میں رائج اسلامی قوانین کی دفعات کو بھی ذکر کیا ہے اور ضرورت پڑنے پر مختلف ممالک کے اعداد و شمار کے ذریعے بھی فقہِ اسلامی کی حقانیت کو ثابت کیا ہے۔

فقہ اسلامی کے حوالے سے ہونے والے اجلاسوں خصوصاً مجمع الفقہ الاسلامی کی سفارشات سے دور جدید کے نئے مسائل کی تنقیح بھی مذکورہ کتاب میں بدرجہ اتم ملتی ہے۔ موصوف نے دورِ قدیم میں رائج اوزان اور پیمانوں کو بھی دورِ جدید کے مروجہ اوزان میں تبدیل کر کے مسائل کو سمجھنے میں سہولت پیدا کی ہے۔

کتاب کی پہلی جلد خاص طور پر مطالعہ کے لائق ہے جس میں مصنف نے ایسی ابحاث کو موضوع بنایا ہے جن کی بنیاد پر بعد کی جلدوں میں مسائل کو ترجیح دی گئی ہے یا کسی مخصوص رائے کو اختیار کیا گیا ہے۔ وہبۃ الزحیلی فقہِ اسلامی کی تشکیلِ جدید کے زبردست حامی ہیں اور انکے نزدیک کسی خاص فقہی مذہب میں محصور ہونے کی بجائے تمام مروجہ مذاہب بلکہ معدوم مذاہب سے بھی بوقتِ ضرورت استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی سبب پہلی جلد کی چھٹی بحث خاص طور پر آسان مذہب کو اختیار کرنے کے اصول و ضوابط اور تلفیق مذاہب کی شرائط پر مشتمل ہے۔ مذکورہ بالا خصائص کتاب کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے مختصراً بیان کیے گئے ہیں جبکہ اس کتاب کے تمام خصائص کی تفصیل کے لیے ایک علیحدہ مقالہ درکار ہے۔

فقہِ اسلامی کی تشکیلِ جدید

عصرِ حاضر میں کتبِ فقہ و اصول فقہ میں یہ بحث بھی کی جاتی ہے کہ فقہِ اسلامی کی تشکیلِ جدید کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ مسلم مفکرین بھی اس بات پر زور دیتے آئے ہیں کہ فقہ اسلامی کو جدید خطوط پر استوار کیا جائے تا کہ عصر حاضر میں اس کی صفتِ حرکیت کو برقرار رکھا جا سکے۔ سوال یہ ہے کہ جب تشکیلِ جدید کی بات کی جاتی ہے تو اس سے کیا مراد لیا جاتا ہے اور اس کام کو کس طرح سرانجام دیا جا سکتا ہے؟ بعض مصنفین و مفکرین نے یہ سوال اٹھانے کے بعد خود ہی اس کا جواب بھی دیا ہے۔ چوں کہ انسانی فکر میں تنوع پایا جاتا ہے لہٰذا اس سوال کے جواب میں ایک سے زیادہ آراء موجود ہیں۔ مثلاً زمانہ قریب میں ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی بات کی جائے تو آپ نے اپنے مشہور زمانہ خطبات "The Reconstruction of Religious Thought in Islam" میں فکرِ اسلامی کی تشکیلِ جدید پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ آپ نے اپنے چھٹے خطبے "The Principal of Movement in the

"Structure of Islam" میں خاص کر فقہ اسلامی کو موضوع بحث بنایا ہے۔ آپ اپنے اس خطبے میں فقہ اسلامی کی حرکیت کے اصول یعنی اجتہاد کے تعارف، اسلامی قانون کے جمود کے اسباب، دورِ جدید میں اجتہاد اور اس کے طریقہ کار کے تصورات اور فقہ اسلامی کے بنیادی ماخذ کی تشریح کے بعد خلاصہ کلام کے طور پر واضح الفاظ میں فرماتے ہیں:

> The brief discussion, I hope, will make it clear to you that neither in the foundational principles nor in the structure of our systems, as we find them today, is there anything to justify the present attitude. Equipped with penetrative thought and fresh experience, the world of Islam should courageously proceed to the work of reconstruction before them. [3]
>
> مجھے امید ہے کہ مختصر گفتگو آپ پر یہ واضح کر دے گی کہ نہ تو بنیادی اصولوں میں اور نہ ہی ہمارے نظام کے ڈھانچے میں جیسا کہ آج ہم ان کو پاتے ہیں کیا موجودہ رویہ کو درست ثابت کرنے کے لیے کچھ ہے؟ تسخیر فکر اور تازہ تجربے سے آراستہ عالم اسلام کو جرأت مندی کے ساتھ تعمیر نو کے کام میں آگے بڑھنا چاہیے۔

مذکورہ بالا اقتباس میں ڈاکٹر محمد اقبال واضح کر رہے ہیں کہ جمود کا جو رویہ اس وقت امت مسلمہ میں جڑ پکڑ چکا ہے اسلام کے بنیادی اصولوں میں اس کی کوئی بنیاد موجود نہیں۔ لہٰذا اس امر کی ضرورت ہے کہ دورِ حاضر کے فقہاء فکری صلاحیتوں سے لیس ہو کر تشکیلِ جدید کے کام کو سرانجام دیں۔ ڈاکٹر صاحب کے اس خطبے سے ان کی جو مجموعی فکر مترشح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ یہ سوچ محض افسانہ ہے جو فقہائے اسلام کے ایک مخصوص طرزِ فکر کی وجہ سے گھڑ لیا گیا ہے۔[4] یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس خطبے میں اجتہاد کے جس درجہ کو موضوع بحث بنایا ہے وہ بالکل ابتدائی درجہ ہے جس میں قرآن وسنت کی روشنی میں بغیر کسی فقہی مذہب کی پیروی کرتے ہوئے قانون سازی کی جاتی ہے۔ چنانچہ اجتہاد کے تین درجات بیان کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

> In this paper I am concerned with the first degree of Ijtihad only, i.e. complete authority in legislation.[5]
>
> اس مقالے میں میرا مطمح نظر صرف اجتہاد کے پہلے درجے سے ہے، یعنی قانون سازی میں مکمل اختیار۔

اجتہاد کی مذکورہ بالا صورت فقہ اسلامی کی کوئی نئی بحث نہیں۔ ڈاکٹر محمد اقبال سے پہلے بھی بہت سے فقہاء نے اس طرزِ عمل کو اپناتے ہوئے اجتہاد کی مذکورہ صورت کو دوبارہ زندہ کیا ہے۔ ان میں ابن تیمیہ، ابن قیم، شاہ ولی اللہ قابلِ ذکر ہیں۔ اسی طرح عصرِ حاضر میں ایسے علماء موجود ہیں جو اجتہاد کی اس صورت کو قابلِ عمل گردانتے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر عمار خان ناصر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

> قرآن وسنت کی تعبیر و تشریح کے امکانات کو مدون ذخیرے کی تنگ نائے میں محدود کر دینا کسی طرح درست نہیں اور قدیم وجدید زمانوں میں مختلف فکری و عملی اثرات کے تحت وجود میں آنے والی تعبیرات کی قدر و قیمت کو خود نصوص کی روشنی میں پرکھنا اور اس طرح قانون سازی کا ماخذ زمان و مکان میں محدود اطلاقی و عملی روایت کو نہیں بلکہ براہ راست نصوص کو قرار دینا تجدید و اجتہاد کا لازمی تقاضا ہے۔[6]

مذکورہ بالا بحث کا حاصل یہ ہے کہ فقہی مذاہب مدون ہونے کے بعد سے لے کر عصرِ حاضر تک وقتاً فوقتاً ایسے علماء وفقہاء کا ظہور ہوتا رہا ہے جنہوں نے مروجہ فقہی مذاہب سے ہٹ کر قرآن وسنت سے براہ راست مسائل استنباط کرنے پر زور دیا ہے۔ ان کا یہ موقف بھی ہے کہ مدون مذاہب سے ہٹ کر کوئی اصول طے کرنا یہ فقہ اسلامی کی تشکیل جدید بھی ہے اور اجتہاد کی اصل روح بھی۔

تشکیل جدید کی مذکورہ بالا صورت کا تعلق قانون سازی سے ہے کہ قرآن و سنت کے متعین اصولوں کی روشنی میں قانون سازی کی جائے۔ اس عمل میں پہلے سے موجود قانون سے اعراض بھی کیا جا سکتا ہے۔

تشکیلِ جدید کی دوسری صورت تدوین سے متعلق ہے کہ فقہ کی تدوین میں جدید طرزِ تالیف اپنایا جائے۔ اس صورت میں نئی قانون سازی کی بجائے پہلے سے مدون فقہی آراء کو نئی ترتیب دی جاتی ہے اور دورِ جدید میں مروج دفعہ وار ترتیب کو اختیار کیا جاتا ہے۔ اس طرز کی ابتدا "مجلہ الاحکام العدلیہ" سے ہوتی ہے اور اس کو فقہِ اسلامی کے جدید دور کی بنیاد بھی قرار دیا جاتا ہے۔ عصرِ حاضر میں اس ضمن میں برصغیر میں جو دو مشہور کاوشیں ہوئیں ان میں سے ایک قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کا مجموعہ "اسلامی عدالت" ہے۔ یہ مجموعہ اسلامی عدالت کے طریقہ کار کے بارے میں ہے جسے دفعہ وار قوانین کی شکل میں ترتیب دیا گیا ہے۔ جبکہ دوسری کاوش ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن کی "مجموعہ قوانین اسلامی" ہے۔

تشکیلِ جدید کی تیسری صورت جس کی طرف عصر حاضر کے اکثر فقہاء کا رجحان ہے یہ ہے کہ پہلے سے موجود فقہی مسالک کے مسلمہ مسائل سے ایک نیا مجموعہ ترتیب دیا جائے جس میں کسی مسئلہ کے بارے تمام مذاہب کی آراء کو بیان کر دیا جائے اور پھر اس میں سے کسی ایک رائے کو دلیل کی بنا پر ترجیح دی جائے۔ وہبۃ الزحیلی کی مذکورہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس ضمن میں ایک اور مثال عبد الرحمٰن الجزیری کی "الفقه على مذاهب الاربعة" ہے۔ اس طرز کو فقہِ مقارن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

فقہ کی تشکیلِ جدید میں ڈاکٹر وہبہ الزحیلی کے افکار

فقہِ اسلامی کی تشکیلِ جدید سے کیا مراد ہے اور اس کام کو کیسے سرانجام دیا جا سکتا ہے؟ یہ بحث کرنے کے بعد جب "الفقه الاسلامی و ادلته" کا مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ وہبۃ الزحیلی فقہِ اسلامی کی تشکیلِ جدید سے درج ذیل امور مراد لیتے ہیں:

فقہ کی دفعہ وار تدوین

فقہِ اسلامی کے ابتدائی ذخائر کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں تالیف کا ایک خاص انداز نظر آتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ فقہِ اسلامی کے جملہ مسائل کو فقہی ابواب میں تقسیم کرنے کے بعد ہر باب میں اس سے متعلقہ مفصل ابحاث کو ذکر کیا جاتا ہے۔ ان ابحاث میں مسئلہ ذکر کرنے کے بعد اس کے بارے میں نصوص سے استشہاد کیا جاتا ہے اور اس کے بارے مذہب کے آئمہ کی آراء کو بیان کیا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ اس مسئلہ کے بارے دوسرے آئمہ کی آراء کو بیان کر کے ان کی تردید بھی کی جاتی ہے۔ چوں کہ اکثر مسائل میں ایک سے زیادہ آراء بھی موجود ہیں تو مفتٰی بہ قول ذکر نہ کرنے کی صورت میں یہ ابحاث مزید پیچیدہ ہو جاتی ہیں۔ اس کے برعکس اگر فقہ اسلامی کو دورِ جدید میں مدون قوانین کی صورت دفعہ وار بیان کیا جائے تو اس سے استفادہ اور زیادہ سہل ہو جاتا ہے۔ مزید یہ کہ اگر کسی غیر مسلم کے ساتھ تعامل درپیش ہو تو یہ طے کرنا بھی آسان ہو گا کہ تنازع کی صورت میں کس قانون پر عمل کیا جائے گا۔ وہبۃ الزحیلی تشکیل جدید کی اس صورت کو یوں بیان کرتے ہیں کہ:

> فقہ پر عمل درآمد کا طریقہ یہی ہے کہ اس کی قانون سازی کی جائے یعنی اسے باقاعدہ واضح دفعات کے طور پر ترتیب دیا جائے تاکہ قاضی حضرات کے لیے آسانی ہو۔[7]

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ فقہ اسلامی کے جدید دور کی بنیاد عمومی طور پر "مجلہ الاحکام العدلیہ" پر رکھی جاتی ہے۔ مجلہ کی تاریخ اور اس کی تدوین کے اسباب کا حاصل یہ ہے کہ جب سلطنت عثمانیہ کی حدود پھیلیں اور اس وقت کی جدید مغربی اقوام کے ساتھ تجارت و دیگر معاملات کی ضرورت پیش آئی تو مجلہ کی تدوین عمل میں لائی گئی۔ فقہ اسلامی کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا جب فقہی

احکامات کو دفعہ وار قانونی ترتیب سے لکھا گیا۔ یہ مجلہ اصلاً تو فقہ حنفی کے مطابق ترتیب دیا گیا لیکن بعض معاصر مسائل میں باقی مذاہبِ فقہ کو بھی اختیار کیا گیا ہے۔ بعد میں اس مجلہ کو بنیاد بناتے ہوئے بہت سے اسلامی ممالک میں فقہی قوانین کو دفعہ وار ترتیب دے کر نافذ کیا گیا۔ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے اپنی اس کتاب میں بھی جا بجا مختلف ممالک خصوصاً شام و مصر کے احوالِ شخصیہ کے اسلامی قوانین کی دفعات کو ذکر کیا ہے۔ مثلاً نابالغ و مجنون کے نکاح کے بارے میں شام کا قانون ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> مسئلہ مذکورہ بالا میں شام کے قانون میں جمہور کی رائے کے خلاف ابن شبرمہ اور ان کے موافقین کی رائے کو اپنایا گیا ہے۔[8]

ملک شام ہی کے قانون میں بلوغ کی عمر لڑکے اور لڑکی کے لیے اٹھارہ سال مقرر کی گئی ہے، تفصیل میں رقمطراز ہیں:

> شام کے قانون میں سن بلوغ کی تحدید کے حوالے سے بھی جمہور کے خلاف رائے کو اپنایا گیا ہے۔[9]

مختلف ممالک میں رائج قوانین کی دفعات کو اپنی کتاب کا حصہ بنانے اور اپنی رائے کی تائید میں پیش کرنے کا مقصد وہبۃ الزحیلی کی نظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرز تدوین کے نتیجے میں وجود پانے والا مجموعہ نہ صرف یہ کہ استفادہ میں سہل ہوتا ہے بلکہ مختلف ممالک میں اس پر عمل بھی کیا جا رہا ہے۔

اجتماعی فقہ کی تشکیل

تشکیلِ جدید کے باب میں وہبۃ الزحیلی کی فکر یہ بھی ہے کہ اجتماعی فقہ تشکیل دی جائے۔ اس اجتماعی تشکیل کے خدوخال کیا ہونے چاہئیں اور اس میں کن مذاہب سے مدد لی جاسکتی ہے؟ اس بارے ڈاکٹر صاحب کی آرا آئندہ سطور میں بیان کی جاتی ہیں۔

وہبۃ الزحیلی کے مطابق فقہ اسلامی کی اجتماعی تشکیل سے مراد یہ ہے کہ کسی خاص فقہی مذہب کی پیروی کیے بغیر تمام مروجہ اور معدوم مذاہب سے استفادہ کیا جائے اور تمام مذاہب کی آراء سے ایک مجموعہ مرتب کر کے اسے دفعات کی صورت میں ترتیب دیا جائے۔ آپ اپنی سوچ کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> مخلص اور مصلح علماء بیداری اور نشاۃ ثانیہ کے ان تقاضوں کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے ایک مسئلے میں متعدد فقہی آرا میں سے حق کے قریب افضل ترین اور زیادہ مناسب رائے کے اختیار کے عظیم عمل کے لیے اٹھ کھڑے ہوں تاکہ وہ ایک منتخب فقہ تشکیل دے سکیں جو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق ہو۔[10]

اس مجموعہ کی عملی شکل کے طور پر انہوں نے اپنی کتاب میں ایسی امثلہ بھی پیش کی ہیں جو ان کی فکری سوچ کے مطابق پہلے سے موجود ہیں لیکن وہ مجموعی فقہ کی بجائے کسی ایک خاص میدان سے متعلق ہیں۔ اس کام کی سب سے پہلی اور عملی شکل کے طور پر وہبہ الزحیلی "مجلہ الاحکام العدلیہ" کی مثال پیش کرتے ہیں۔ آپ رقمطراز ہیں:

> قانون سازی کے عمل میں احکامِ مذاہب کا اختیاری چناؤ عملی طور پر پچاس سال پہلے اس صدی کی ابتدا میں ہی شروع ہو چکا تھا اور یہ اس وقت ہوا تھا جب حکومتِ عثمانیہ کو معاملات میں مزید حریت کی ضرورت در پیش ہوئی۔ چنانچہ حکومت عثمانیہ نے قانون کی شق 64 سے اصول محاکمات کے قانون کو بدل دیا جس میں ان مبادی اور اصولوں کو لیا گیا جو حنفی مذہب کے علاوہ دیگر مذاہب جیسے حنابلہ اور ابن شبرمہ سے ماخوذ تھے۔[11]

اجتماعی فقہ کی دوسری بڑی عملی مثال کے طور پر آپ نے مصر کے مروجہ قانون کو پیش کیا ہے اور امثلہ سے واضح کیا ہے کہ وہاں کس طرح مخصوص فقہی مذاہب کی حدود کو پھلانگ کر قانون سازی کی گئی ہے۔ لکھتے ہیں:

عملِ تلفیق کے ساتھ بنائے جانے والے قوانین کی بڑی واضح مثال وصیت واجبہ کا قانون نمبر 71 ہے۔ مصری احوال شخصیہ کے مجموعہ قوانین میں 1946ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ قانون مختلف فقہی آراء جن میں ابن حزم ظاہری کی رائے، بعض تابعین فقہاء کی رائے، احمد بن حنبل کے مذہب کے ایک قول اور اباضیہ کی رائے کے پیشِ نظر تشکیل دیا گیا تھا۔[12]

مذکورہ بالا اقتباسات وہبہ الزحیلی کے اس نظریہ کی تائید کرتے ہیں کہ یہ اجتماعی تشکیل نہ صرف پہلے سے موجود ہے بلکہ موجودہ دور کے لحاظ سے قابل عمل بھی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس اجتماعی فقہ کی تشکیل میں کون کون سے فقہی مذاہب سے مدد لی جاسکتی ہے؟ وہبہ الزحیلی کی رائے میں اس ضمن میں نہ صرف یہ کہ مروجہ فقہی مذاہب سے استفادہ کیا جاسکتا ہے بلکہ ضرورت پڑنے پر ان مذاہب کی طرف بھی رجوع کیا جاسکتا ہے جو وقت کے ساتھ معدوم ہو چکے ہیں۔ آپ رقمطراز ہیں:

جو سرمایہ ہمارے سلف صالحین نے ہمارے لیے چھوڑا وہ صرف چار فقہی مذاہب، حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی تک محدود نہیں۔ وہ ان تمام مشہور و معروف مذاہب پر مشتمل ہے جو اب تک باقی ہیں اور جو گئے وقتوں کے ساتھ ختم ہو چکے جیسے لیث بن سعد، امام اوزاعی، امام ابن جریر طبری، داؤد ظاہری، امام ثوری، اہل سنت اور اہل تشیع کے مذاہب امامیہ اور زیدیہ اس کے علاوہ اباضیہ، ظاہریہ، صحابہ کرام و تابعین اور تبع تابعین کی آراء وغیرہ۔[13]

مذکورہ بالا اقتباس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ وہبہ الزحیلی کے نزدیک دور نبوی ﷺ سے لے کر فقہ کی تدوین کے آخری ادوار تک وجود میں آنے والا تمام فقہی سرمایہ قابل استدلال ہے اور اس سے ضرورت پڑنے پر استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کا یہ قول صرف کہنے کی حد تک محدود نہیں بلکہ اپنی اس کتاب میں انہوں نے اس پر عمل بھی کیا ہے۔ مثلاً وہبہ الزحیلی "باب الوصیۃ" میں بیان کرتے ہیں کہ جمہور کے ہاں اقارب کے لیے وصیت کا حکم استحبابی ہے۔ دوسرا یہ کہ اسلامی نظام وراثت میں والد دادا یا دادی کے فوت ہونے کی صورت میں پوتا وراثت کا مستحق نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس بعض فقہاء جیسے ابن حزم ظاہری، طبری اور حنابلہ میں سے ابو بکر عبد العزیز کے ہاں دیانۃً اور قضاءً بھی والدین اور ان اقارب کے لیے جو میراث سے محروم ہیں وصیت کرنا واجب ہے لہٰذا مصلحت کی بنا پر ان فقہاء کے قول پر عمل ہونا چاہیے۔ مزید یہ کہ مصر اور شام کے قانون میں اسی مذہب پر عمل کیا جارہا ہے۔[14]

یہاں یہ سوال بھی بدیہی طور پر پیدا ہوتا ہے کہ تلفیق مذاہب کی صورت میں وجود پانے والی فقہ کی استنادی حیثیت کیا ہے اور اس کے لیے کیا اصول و ضوابط اختیار کیے جائیں گے؟ اس سوال کے جواب کے لیے وہبۃ الزحیلی نے پہلی جلد کی چھٹی بحث کو مخصوص کیا ہے۔ اس بحث میں آپ نے آسان مذہب کو اختیار کرنے کے اصول و ضوابط، تلفیق مذہب کی بحث، آسان مذہب کو اختیار کرنے کی شرائط اور اجتہاد جیسے اہم امور پر مفصل بحث کی ہے جسے آخر میں تلفیق کے جواز و ممانعت کو ان الفاظ میں سمیٹتے ہیں:

فی الجملہ تلفیق کے جواز کا قول اس کی ممانعت کے قول سے زیادہ قوی ہے چہ جائیکہ جب تلفیق کے عمل سے مقصود افراد اور جماعت کے مفاد اور مصالح کا تحفظ مقصود ہو۔[15]

مذکورہ بالا عبارت وہبہ الزحیلی کے جواز کے قول کی طرف جھکاؤ کو ظاہر کرتی ہے۔ آپ اس بات کے قائل ہیں کہ اگر تلفیق کی صورت میں مفاسد مرتب نہ ہو رہے ہوں اور یہ تلفیق دور حاضر کے نئے مسائل کا حل پیش کر رہی ہو تو عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ فقہ کی اجتماعی تشکیل کی اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ وہبہ الزحیلی کے مطابق دور حاضر میں تمام موجود و مفقود فقہی مذاہب سے

استفادہ کرتے ہوئے ایک اجتماعی فقہ کی تشکیل وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس عظیم کام کے پیچھے یہ عوامل کار فرما ہیں کہ مکلف لوگوں کے مصالح کی حفاظت کی جا سکے اور فقہ اسلامی کی حرکیت کی خصوصیت کو اس عمل کے ذریعے زندہ رکھا جائے۔

مذاہب کی آراء میں ترجیح قائم کرنا

وہبہ الزحیلی نے مذکورہ بالا فکر کو صرف خیال کی حد تک محدود نہیں رکھا بلک اپنی کتاب میں اس تشکیل کا عملی نمونہ بھی پیش کیا ہے۔ چنانچہ فقہ کے باب میں امام شافعی کے پیروکار ہونے کے باوجود اپنی اس کتاب میں بہت سے مقامات پر آپ نے دوسرے ائمہ کی آراء کو ترجیح دی ہے۔ اس ترجیح کو قائم کرنے میں بہت سے عوامل کارفرما ہیں مثلاً کہیں آپ کے ترجیح قائم کرنے کا سبب تخریج حدیث ہے تو کہیں مشقت و آسانی کے سبب آپ نے کسی قول کو اختیار کیا ہے۔ کچھ مسائل میں عرف کے بدلنے کے سبب ترجیح قائم کی تو دوسرے مسائل میں وحدت کے سبب غیر مروجہ قول کو اختیار کیا ہے۔ ذیل میں اس بات کی تائید میں چند امثلہ پیش کی جا رہی ہیں۔

نماز میں قہقہہ لگانا

احناف کے ہاں اس مسئلہ میں یہ رائے ہے کہ اگر کوئی بالغ نماز میں قصداً قہقہہ لگائے تو اس سے نماز اور وضو دونوں باطل ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں احناف کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں قہقہہ کو نماز و وضو کا ناقض قرار دیا گیا ہے۔ اس کے برعکس جمہور کی رائے یہ ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور دلیل یہ ہے کہ جو چیز خارج نماز ناقض وضو نہیں تو داخل نماز ناقض کیسے ہو سکتی ہے؟ جمہور نے احناف کی حدیث کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس مسئلہ میں وہبہ الزحیلی اپنی رائے دیتے ہیں کہ میں جمہور کی رائے کو ترجیح دیتا ہوں کہ اس لئے کہ احناف کی حدیث ثابت نہیں ہے۔[16] مذکورہ بالا مسئلہ میں وہبہ الزحیلی نے حدیث کے ضعف کی بنا پر جمہور کے مسلک کو اختیار کیا ہے۔

رویئتِ ہلال

شریعت اسلامیہ میں تقویم کے لیے قمری ماہ کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ چوں کہ مطالع میں اختلاف ہے تو یہ بحث پیدا ہوتی ہے کہ آیا اس اختلاف کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟ وہبہ الزحیلی نے اس بارے میں مذاہب کی جو آراء بیان کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ شوافع کے نزدیک اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ اختلافِ مطالع اور زوال کے قبل یا بعد رویئت ہلال کا کوئی اعتبار نہیں۔ مالکیہ کے نزدیک بھی اتفاق و اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں بلکہ چاند دکھائی دینے پر سب شہروں میں مہینے کا آغاز ہو گا۔ حنابلہ کے نزدیک بھی رویئت ثابت ہونے پر قریب و دور کے تمام افراد کے حق میں مہینہ کا آغاز ہو گا۔ گویا جمہور کے ہاں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں جبکہ شوافع نے اس کا اعتبار کیا ہے۔ بحث کے آخر میں مصنف نے پھر جمہور کی رائے کو راجح قرار دیا ہے۔ رقمطراز ہیں:

> جو مسلک مناسب اور معتمد لگتا ہے وہی ہے جو مالکیہ اور زیدیہ کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور یہ مہدی کا مختار ہے۔ یہ مسلک امام قرطبی نے اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے۔ یہی جمہور کی رائے ہے اور یہ راجح ہے چونکہ اس سے مسلمانوں کے درمیان عبادت کی وحدت حاصل ہو جاتی ہے۔[17]

مذکورہ بالا اقتباس میں وہبہ الزحیلی نے وحدت امت کے سبب اس قول کو اختیار کیا ہے کہ مطالع کے اختلاف کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور رویئت کی مخصوص شرائط کے پورا ہونے پر تمام شہروں میں مہینہ کا آغاز سمجھا جائے گا۔ شوافع کے برعکس جمہور کی رائے کو اختیار کرتے ہوئے آپ نے اس بات کی وضاحت بھی کر دی ہے کہ یہ قول جمہور کے علاوہ دوسرے فقہاء نے بھی اختیار کیا

ہے۔ عصرِ حاضر میں ہر سال رمضان کی آمد پر مختلف اسلامی ممالک میں اس بحث کو لے کر جو مسائل پیدا ہوتے ہیں ان میں جمہور کی رائے پر عمل کر کے امت میں وحدت کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔

طرار و کفن چور کا حکم

قرآن پاک میں چور کی سزا یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اب فقہاء میں اس بات کا اختلاف ہے کہ چور کی تعریف کیا ہے اور اس کا مصداق کون کون ہو سکتا ہے۔ طرار (جیب کترا) اور کفن چور کے بارے میں یہی بحث ہے کہ ان پر سارق کا اطلاق کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس امر پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ طرار کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اختلاف اس میں ہے کہ اس کے کس عمل کو طراری شمار کیا جائے گا اور کس کو نہیں؟ احناف کے ہاں اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اس کا عمل مال حرز کے چوری کرنے کے مشابہ ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا ورنہ نہیں۔ اس کے برعکس دوسری رائے یہ ہے کہ وہ کسی بھی طرح مال اچک لے تو اس پر طرار کا اطلاق کیا جائے گا۔ وہبہ الزحیلی اس باب میں مصلحت اور مفاد عامہ کے سبب جمہور کے قول کو اختیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جمہور کی رائے کو ترجیح دینا بہتر ہے تاکہ جیب کتروں سے حفاظت ہو سکے۔[18]

کفن چور کے مسئلہ میں بھی یہی اختلاف ہے کہ آیا اس پر سارق کا اطلاق درست ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ یہاں مال حرز کی تعریف صادق نہیں آتی۔ اس کے برعکس مالکیہ، شوافع، حنابلہ اور امام ابو یوسف کی رائے یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ وہبہ الزحیلی اس باب میں بھی مفاد عامہ کے سبب جمہور کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔[19] عصر حاضر میں چونکہ اخلاقی بگاڑ انتہا کو پہنچ چکا ہے تو مذکورہ بالا دونوں مسائل میں وہبہ الزحیلی کی فکر کے مطابق جمہور کی رائے کو منفرد رائے پر ترجیح دینا ہی زیادہ قرین قیاس ہے۔

پیشگی نفقہ دینے کا مسئلہ

نکاح کی صورت میں مرد پر یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ عورت کے نان و نفقہ کا انتظام کرے۔ سوال یہ ہے کہ اگر مرد پیشگی نفقہ عورت کے حوالے کر دے اور بعد میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں جن سے نفقہ ساقط ہو جاتا ہے مثلاً عورت کا نافرمان ہو جانا یا زوجین میں سے کسی کا وفات پا جانا وغیرہ تو کیا ایسی صورت میں باقی ماندہ نفقہ واپس کیا جائے گا نہیں؟ سببِ اختلاف یہ ہے کہ نفقہ کی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ عوض کہلائے گا یا اس پر ہبہ وصلہ کا اطلاق کیا جائے گا؟ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک نفقہ ہبہ یا صلہ ہے لہٰذا پیشگی نفقہ واپس نہیں لیا جا سکتا۔ اس کے برخلاف امام محمد اور جمہور ائمہ کی رائے میں نفقہ پر عوض کا اطلاق ہو گا لہٰذا بیوی سے اس کی واپسی کا تقاضا کیا جا سکتا ہے۔ مذکور مسئلہ میں وہبہ الزحیلی جمہور کے ساتھ اور نفقہ کی واپسی کے قائل ہیں۔[20]

اونٹ کے گوشت سے وضو کا ٹوٹنا

طہارت کے باب میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ اس باب میں جمہور کے برعکس حنابلہ کا یہ مشہور موقف ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور ان کی دلیل وہ حدیث پاک ہے جس میں آپ ﷺ نے اونٹ کا گوشت کھانے پر وضو کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ جمہور کے نزدیک اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور ان کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں وہ رسول اللہ ﷺ کا عمل بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ آگ پر پکی شے کھانے کے بعد وضو نہیں کیا کرتے تھے۔ وہبہ الزحیلی اس مسئلہ کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

میرے نزدیک جمہور کی رائے راجح ہے کیونکہ ہر زمانے کے تمام فقہاء عہد اول کے بعد اس بات پر متفق ہیں کہ آگ کی چھوئی ہوئی چیز کے استعمال سے وضو کے واجب ہونے کا حکم ساقط ہے کیونکہ اس کا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کا عمل ہونا ثابت ہے۔[21]

مذکورہ مسئلہ میں وہبہ الزحیلی نے دلیل کی بنیاد پر جمہور کے قول کو حنابلہ کے قول پر ترجیح دی ہے۔

پے در پے ظاہر ہونے والوں پھلوں کی بیع کا حکم

بیوعات کے باب میں "بدو صلاح" کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے جس کا مطلب ہے کہ پھلوں یا غلہ کے ظاہر ہونے کا عمل۔ رسول اللہ ﷺ نے معدوم کی بیع سے منع کیا ہے اور اسی طرح وہ بیوعات بھی ممنوع ہیں جو جہالت کی وجہ سے "مفضی الی النزاع" ہیں۔ بدو صلاح کے باب میں ائمہ کے ہاں مختلف تفاصیل ہیں لیکن یہاں صرف اس صورت کو ذکر کیا جارہا ہے جب پھل یا غلہ ایک ہی بار میں ظاہر نہیں ہوتا بلکہ پے در پے ظاہر ہوتا ہے اور پہلے سے موجود پھل کے ساتھ خلط ملط ہو جاتا ہے۔ وہبہ الزحیلی اس سلسلے میں حنفیہ (ظاہر الروایۃ)، شافعیہ، حنابلہ، ظاہریہ، زیدیہ، اور اباضیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان کے نزدیک یہ بیع ناجائز ہے کیونکہ اس میں مبیع مجہول ہے۔ احناف کا ایک دوسرا قول یہ ہے کہ یہ بیع جائز ہے اور علامہ ابن عابدین شامی نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ مالکیہ، ابن تیمیہ،، ابن قیم، شیعہ امامیہ کے نزدیک عرف وعادت اور حسن ظن کی بنا پر یہ بیع جائز ہے۔ وہبہ الزحیلی اس مسئلہ میں آخری قول کے قائل ہیں کہ یہ بیع جائز ہے کیونکہ لوگوں کا اس پر تعامل ہے۔ آپ رقمطراز ہیں:

میں اس رائے (جواز) کو ترجیح دیتا ہوں چونکہ روز مرہ کے معاملات میں یہی صورت جاری ہے اور لوگوں کے ہاں یہی متعارف ہے اگر اس کو ممنوع قرار دیا جائے تو نہ ختم ہونے والے تنازعات کھڑے ہو جائیں گے۔[22]

مذکورہ بالا اقتباس سے وہبہ الزحیلی کی یہ فکر واضح ہوتی ہے کہ آپ نے کسی مخصوص مذہب کی پیروی کی بجائے مصلحت کی بنا پر مختلف مذاہب میں موجود جواز کے قول کو راجح قرار دیا ہے اور اس کا سبب بھی بیان کر دیا ہے کہ لوگوں کے تعامل اور عرف کی وجہ سے یہ رائے راجح ہے۔ یہ مثال وہبہ الزحیلی کے اس مقدمہ کی بھی تائید کرتی ہے کہ صرف اہل سنت کے فقہی ذخیرے ہی تک محدود نہ رہا جائے بلکہ اہل تشیع و دیگر فقہی مذاہب سے بھی استفادہ کیا جائے۔

بیوی کے علاج کا خرچ

نکاح صحیح کی صورت میں مرد پر عورت کا نفقہ واجب ہو جاتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں نفقہ سے کھانا، لباس اور سکنی مراد لیا جاتا ہے۔ مذاہب فقہ کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ مرد پر بیوی کے علاج معالجہ کے اخراجات واجب نہیں البتہ مالکیہ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ مرد پر علاج کے اخراجات ادا کرنا بھی لازم ہیں۔ اس مسئلہ کے بارے وہبہ الزحیلی کے رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ چوں کہ زمانہ ماضی میں معالجہ کے اخراجات اساسی ضرورت کا درجہ نہیں رکھتے تھے تو اس لیے فقہاء نے اس وقت کے عرف کو مد نظر رکھتے ہوئے مذکورہ بالا حکم لگایا تھا۔ اب چونکہ عرف تبدیل ہو چکا ہے اور حالات زمانہ کی وجہ سے علاج کی ضرورت بنیادی حاجت بن چکی ہے تو اس سبب اب علاج کو بھی نفقہ میں شمار کیا جانا چاہیے۔ آپ لکھتے ہیں:

مصر کے قانون میں دفعہ 100 کے تحت 1985ء میں مالکی فقہ کے موافق میری رائے کو اختیار کیا گیا ہے کہ بیوی کے واجب نفقہ میں غذا، کپڑے، رہائش اور علاج وغیرہ کے اخراجات شامل ہیں۔ عدالتوں میں بھی اسی رائے پر عمل کیا جاتا ہے۔[23]

تلفیق مذاہب یا مختلف مذاہب کی آراء کو ترجیح دینے کی مذکورہ بالا امثلہ بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں کہ کس طرح وہبہ الزحیلی نے فقہ اسلامی کی تشکیل جدید کو عملی جامہ پہنایا ہے۔ اس عمل میں انہوں نے اپنے مسلک شافعی کو بھی بالائے طاق رکھا ہے اور جہاں مصلحت یا کسی اور جائز سبب سے مسئلہ کی جہت تبدیل کرنا پڑی تو انہوں نے اس سے گریز نہیں کیا ہے۔

تشکیل جدید کے ضمن میں ہی وہبہ الزحیلی نے اس بات کو بھی اختیار کیا ہے کہ دور جدید میں منعقد ہونے والے فقہی سیمینار اور اس طرح کی دوسری کاوشوں کو بھی فقہی ذخیرے کا حصہ بنانا چاہیے۔ ان فقہی سیمینار کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کسی پیش آمدہ مسئلہ یا پہلے سے موجود مسئلہ کی نئی تشریح کے بارے یہ سیمینار اجتماعی اجتہاد کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی اسی کتاب میں متعدد مقامات پر مسئلہ کی تنقیح کے لیے ان سیمینارز کی قراردادوں کو بھی ذکر کیا ہے مثلاً اوراق مالیہ کی بحث میں بانڈ کے لین دین کو حرام قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> 1983ء میں کویت اسلامی بنک کی دوسری کانفرنس میں طے ہوا کہ مغربی معیشت دانوں کی اصطلاح میں جس آمدنی کو فائدہ کا نام دیا جاتا ہے وہ خالص سود ہے جو شرعاً حرام ہے۔[24]

اسی طرح حد کی صورت میں کٹے ہوئے عضو کو دوبارہ جوڑنے کی بحث میں "مجمع الفقہ الاسلامی" کی قرارداد کا حوالہ دیتے ہیں کہ مجمع نے اس کے عدم جواز کا فیصلہ دیا ہے۔[25]

حاصل ونتائج بحث

فقہ اسلامی کی بے شمار خصوصیات اسے دوسرے مجموعہ ہائے قوانین سے ممتاز کرتی ہیں۔ ان خصوصیات میں سے "حرکیت کا اصول" اس کا وہ وصف ہے جو فقہ اسلامی کو ہر دور میں پیدا ہونے والے مسائل کے حل کے لیے راہ فراہم کرتا ہے۔ اس اصول کو کس طرح استعمال کیا جائے اس بارے میں مختلف افکار ہیں۔ بعض مفکرین کی رائے میں اس اصول کو اپناتے ہوئے ہر دور میں قرآن و سنت سے بلاواسطہ قانون سازی کی جانی چاہیے جبکہ کچھ کے نزدیک فقہ اسلامی کے موجودہ ذخیرے کی تشکیل جدید سے ہی یہ مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے۔ تشکیل جدید کی بحث میں پھر مزید آراء موجود ہیں کہ اس کام کو کس طرح سرانجام دیا جائے۔ اس ضمن میں وہبہ الزحیلی کے افکار کا خلاصہ یہ ہے کہ امت مسلمہ کے مجموعی فقہی ذخیرے سے دفعہ وار قانون مرتب کیا جائے جس میں تمام مذاہب میں سے عصری تناظر میں راجح ترین رائے کو اختیار کیا جائے۔ موضوعِ بحث کتاب" الفقه الاسلامى و ادلته "میں وہبہ الزحیلی نے اس کام کو عملی جامہ پہنایا ہے۔ آپ کی یہ کتاب اگرچہ دفعات کی صورت میں نہیں لیکن فقہ مقارن کے طرز پر اس میں باقی خصوصیات کا التزام کیا گیا ہے۔ شافعی المسلک ہونے کے باوجود آپ نے مختلف مسائل میں باقی آئمہ کی آراء کو دلائل کی بنیاد پر ترجیح دی ہے۔ مزید یہ کہ مذاہب کی طویل فقہی ابحاث کی بجائے مفتیٰ بہ اقوال کو ذکر کرتے ہوئے فقہ کی تمام ابحاث کا خلاصہ جامع انداز میں بیان کر کے اسے عام فہم بنایا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس فکر و طرزِ تالیف پر مزید کام کیا جائے، اس میں موجود سقم کو دور کیا جائے تاکہ فقہ اسلامی کے اس عظیم الشان ذخیرے سے صحیح معنوں میں استفادہ کیا جاسکے۔

حواشی و حوالہ جات

1 مصنف کے مذکورہ حالات زندگی کی تفصیل مکتبہ شاملہ میں موجود مصنفین کی فہرست سے لی گئی ہے جہاں یہ معلومات عربی زبان میں موجود ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے شیوخ، تلامذہ اور تصنیفی خدمات کے لیے وہاں رجوع کیا جاسکتا ہے۔

https://shamela.ws/author/1052

2 سید محمد اسماعیل، ڈاکٹر، ساجدہ سید، **اصول الفقہ الاسلامی (ڈاکٹر وہبہ الزحیلی) کا منہج و اسلوب**، علمیات (سالانہ) لاہور، جلد 3، شمارہ نمبر 3، جنوری 2016، ص 87۔

3 Muhammad Iqbal, Dr, **The Reconstruction of Religious Thought is Islam**,(United Kingdom: Dodo Press, 2009), P 202.

4 Ibid.

5 Ibid, P 177

6 عمار خان ناصر، **حدود و تعزیرات چند اہم مباحث**، (لاہور: المورد، 2008ء)، ص 23۔

7 وہبۃ الزحیلی، ڈاکٹر، **الفقہ الاسلامی وادلتہ**، مترجم: محمد یوسف تنولی، (کراچی: دار الاشاعت، 2012ء)، 1/51۔

8 ایضاً، 9/170۔

9 ایضاً۔

10 ایضاً، 1/83۔

11 ایضاً، 1/100۔

12 ایضاً، 1/101۔

13 ایضاً، 1/84۔

14 ایضاً، 10/620۔

15 ایضاً، 1/100۔

16 ایضاً، 1/300۔

17 ایضاً، 3/73۔

18 ایضاً، 7/181۔

19 ایضاً، 7/182۔

20 ایضاً، 10/533۔

21 ایضاً، 1/300۔

22 ایضاً، 5/147۔

23 ایضاً، 10/519۔

24 ایضاً، 3/208۔

25 ایضاً، 7/179۔